تصور نفس کے حوالے سے اسلامی تعلیمات کا علمی و تحقیقی جائزہ

ڈاکٹر زہرہ بتول*

ڈاکٹر راشدہ پروین**

Abstract

The around 289 verses of Holy Quran, which are based on Nafs (self, ego, soul), show the importance of the subject mainly associated with the thoughts and actions of mankind. Every book has a topic and the Holy Quran's topic is hinged upon mankind. In the Holy Quran the Almighty Allah is directly addressing mankind. The God has created man so that the man can worship Him and discover Him. Although humanity is united in possessing the qualities of Nafs, people are individually responsible for exercising the agencies of their 'free will' that it provides them. The Quran affords much importance to the 'nafs' of an individual, highlighting the agency of 'free will' and intelligence, without which neither responsibility nor accountability can exist. The Quran does not attribute to the Nafs any inherent properties of 'good' or 'evil', but instead conveys the idea that it is something which has to be nurtured and self-regulated, so that it can progress into becoming 'good' (or conversely, 'evil') through its thoughts and actions. The Holy Prophet (PBUH) said! 'The one who can discovers his Nafs is one who finds out about God'.

Key Words: Nafs, Self, Ego, Soul

نفس کا تعارف

اگرچہ علم نفس اتنا ہی قدیم علم ہے جتنی کے خود بنی نوع انسانیت جبکہ زمین پر اس علم کی ابتداء تو اسی دن ہو گئی جب حضرت آدم اور حوا نے زمین پر اپنا پہلا قدم رکھا گو کہ قرآن کریم کے مطالعے سے تو ہم پر یہ بھی انکشاف ہوتا ہے کہ اس علم کی ابتداء تو عالم ارواح میں ہی ہو گئی تھی جس

* ایسوسی ایٹ پروفیسر، آغا خان ایجوکیشنل سسٹم، کراچی۔

** اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، ویمن یونیورسٹی، مردان۔

کی گواہی خود قرآن نے دی قرآن کریم جو کہ کائنات کے ذرے ذرے کے تخلیقی فارمولوں پر مشتمل ایک عظیم الشان کتاب ہے اس میں اللہ تعالی نے خود کائنات کے نقطہ آغاز کی وضاحت فرمادی یعنی اللہ تعالی اپنے ارادے کی تشکیل کو حکم ''کن'' کہہ کر ظاہر فرماتے ہیں جس کے نتیجے میں کائنات کے تمام اجزاء تخلیق ہو جاتے ہیں اس وقت موجودات کی حیثیت ساکن حالت میں تھی یعنی ہر مخلوق کے ذہن میں صرف اتنا تھا کہ ! میں ہوں لیکن میں کیا ہوں ؟ کون ہوں ؟ کس طرح ہوں ؟ میرے علاوہ اور کون کون ہے ؟ اس کا اسے علم نہ تھا۔ موجودات کی تخلیق کے بعد اللہ تعالی نے خود کو تمام مخلوقات کے سامنے ظاہر فرمادیا اور پوچھا کہ :

﴿اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ﴾[1]

''کیا میں تمھارا رب ہوں ؟''

جیسے ہی اللہ تعالی نے موجودات کے سامنے خود کو ظاہر کیا اور اپنے بارے میں پوچھا تو کل بنی نوع انسانیت کو حواس حاصل ہوگئے اور تمام ارواح نے اپنے رب کریم کو سنا، اسے جانا، سمجھا اور پھر اس سے ہم کلامی کے شرف سے بھی مشرف ہوئے یعنی تمام ارواح نے بیک وقت اللہ تعالی کے کئے ہوئے سوال کے جواب میں کہا کہ :

﴿قَالُوْا بَلٰى﴾[2]

''بے شک آپ ہی ہمارے رب ہیں۔''

اس کے بعد کائنات کی حرکت شروع ہوگئی اور موجودات کی زندگیوں کا آغاز ہو گیا، یہ تو ہوا کائنات کے نقطہ آغاز کا بیان اب جہاں تک علم نفس کا تعلق ہے تو دراصل یہ انسان کی روح سانس اور اس کے شعور کا علم ہے قرآن کریم میں لفظ نفس ۲۸۹ بار استعمال ہوا ہے جبکہ تصوف میں روح کے علم کو روحانی علم بھی کہا جاتا ہے جبکہ انگریزی زبان میں اس علم کو Psychology کہا جاتا ہے اس لفظ کو سب سے پہلے ایک مشہور انگریز سائنس دان ولیم ہاروے (William Harvey,1578.1657) نے ایجاد کیا یہی وہ سائنسدان تھے جس نے سب سے پہلے گردش خون کو بھی دریافت کیا تھا لہذا انگریزی زبان میں باقاعدہ یہ لفظ 1693ء میں استعمال ہوا۔

اگر دیکھا جائے تو ہر کتاب کا ایک موضوع اور عنوان ہوتا ہے بالکل اسی طرح سے قرآن کریم اور احادیث ﷺ کے کل مجموعے کا عنوان اور موضوع انسان ہے کیونکہ قرآن کریم میں موجود کل آیات کی تعداد ۶۶۶۶ ہے جس میں بنی نوع انسانیت کے لئے قاعدہ قانون، حلال وحرام، جزا و سزا اور زندگی گزارنے کے تمام اصول وضع کر دئے گئے جبکہ پورے قرآن میں موجود کسی ایک آیت میں بھی اللہ تعالیٰ فرشتوں، جنات یا دیگر اشیاء کائنات سے مخاطب نہیں ہیں بلکہ بنی نوع انسانیت سے مخاطب ہیں بالکل اسی طرح سے رسول اللہ ﷺ کے کل احادیث کے مجموعے کا عنوان یا موضوع بھی انسان ہے اور رسول اللہ ﷺ کا خطاب بھی صرف اور صرف بنی نوع انسانیت سے ہے دیگر اشیائے کائنات سے نہیں ہے اس اعتبار سے اگر تجزیہ کیا جائے تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ انسان اور اس کے نفس کے علم کو اسلام میں کس قدر اہمیت حاصل ہے۔

نفس کی تعریف

روح المعانی میں نفس کے معانی ''جنس اور نوع'' کے آئے ہیں جب کہ القرآن میں نفس کو قلب فواد اور صدر کے مترادف استعمال کیا گیا ہے:

﴿اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا﴾[3]

''اللہ تعالیٰ لوگوں کے مرنے کے وقت ان کی روحیں قبض کر لیتا ہے۔''

قرآن کریم میں لفظ ''نفس'' ۲۹۵ مرتبہ آیا ہے۔اور قابل غور امر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے معرفت الٰہی کو بنی نوع انسانیت پر سب سے پہلے فرض کیا کیونکہ روز الست اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کی ارواح سے جو پہلے انسان سے آخری انسان تھے سبھی سے اپنے ایک ہونے کی گواہی اور شہادت وصول کی تھی ارشاد خداوندی ہے کہ: اور اے نبی! لوگوں کو یاد دلاؤ وہ وقت جبکہ تمھارے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی نسل کو نکالا تھا اور انھیں خود ان کے اوپر گواہ بناتے ہوئے پوچھا تھا ''کیا میں تمھارا رب ہوں؟'' تو انھوں نے کہا کہ ''ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ بے

شک ہمارے رب ہیں"۔ یہ ہم نے اس لئے کیا کہ کہیں تم قیامت کے روز یہ نہ کہو کہ "ہم تو اس بات سے بے خبر تھے یا یہ نہ کہنے لگو کہ شرک کی ابتدا تو ہم سے پہلے ہمارے باپ دادا نے کی اور ہم تو ان کی نسل میں بعد میں پیدا ہوئے"۔[4] اب یہ اور بات کہ وہ انسان دنیا میں آنے کے بعد کسی بھی مذہب کا پیروکار بن جائے لیکن عالم ارواح میں اللہ تعالیٰ نے تمام ارواح انسانی سے عہد لیا تھا اور اس کے حوالے خود قرآن کریم میں جابجا موجود ہیں۔ جبکہ المنجد میں نفس کی تعریف اس طرح سے بیان کی گئی ہے کہ:

"لطیف چیزوں کا مرغوب ہونا یا بخل کرنا۔"[5]

نفس کا قرآنی تصور

﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۭ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ﴾[6]

"اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر اس کا فائدہ ہے جو اچھا کمایا اور اس کا نقصان ہے جو برائی کمائی۔"

اگرچہ کل آسمانی کتب وصحائف اور بالخصوص پورے کا پورا قرآن کریم ہی نفس انسانی اور اصلاح انسانی کے حوالے سے بنی نوع انسانیت کی رہنمائی کے لئے موجود ہے اور چونکہ اس کا موضوع بھی انسان ہے تو تقریباً تمام ہی آیات میں بلواسطہ اور بلاواسطہ خطاب انسانوں سے ہی کیا گیا ہے۔ لہٰذا اس اعتبار سے یہ موضوع نہایت اہمیت کا حامل تصور کیا جاتا ہے دنیا میں بھیجے گئے تمام پیغمبروں نے نفس انسانی کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا اور اللہ تعالیٰ کے پیغام کو آسان الفاظ میں بنی نوع انسانیت تک پہنچایا تاکہ ان کی درست سمت میں رہنمائی ہو سکے پھر یہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے بھی تمام الہامی کتب اور صحائف میں انسانیت کی بہترین خطوط پر تربیت کا اہتمام فرمایا جس میں بنیادی پیغام نفس کی اصلاح سے متعلق ہی دیا گیا تھا ذیل میں نفس انسانی کے قرآنی تصور کی وضاحت کے لئے چند ارشادات خداوندی اور ان کی مختصر وضاحت پیش کی جارہی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَيُحَذِّرُكُمُ اللهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاللهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴾[7]

"اور اللہ تمہیں اپنے عذاب سے ڈراتا ہے اور اللہ بندوں پر بڑا مہربان ہے۔"

دوسری جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ﴾[8]

"اور ہم تو تمھاری رگ جان سے بھی قریب تر ہیں۔"

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّىْ فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ ۭ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ﴾[9]

جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے پوچھیں تو آپ فرمادیجئے کہ میں ان سے بہت قریب ہوں جب وہ مجھ کو پکارتے ہیں تو میں ان کی پکار کا جواب دیتا ہوں انھیں بھی چاہئے کہ وہ میرا جواب سن کر مجھے جواب دیں اور یقین رکھیں کہ یہی ان کی رشد وہدایت کا باعث ہے۔

﴿قُلْ لِّلّٰهِ ۭ كَتَبَ عَلٰي نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ﴾[10]

"کہہ دیجیے اللہ کا ہے اس نے اپنے کرم کے ذمہ پر رحمت لکھ لی ہے۔"

یعنی اہل روحانیت کے نزدیک گوشت پوست سے مرکب جسم اصل جسم نہیں ہے بلکہ یہ مادی جسم دراصل انسان کی روح کا لباس ہے جسے اہل علم مفروضہ یا فکشن بھی کہتے ہیں کیونکہ جسم انسانی کبھی بڑھتا ہے اور کبھی گھٹتا ہے اور بلاآخر ایک دن فنا ہو جاتا ہے لیکن روح جو انسان کی اصل ہے وہ نہ بڑھتی ہے نہ گھٹتی ہے اور نہ ہی ختم ہوتی ہے بلکہ وہ قائم رہتی ہے کیونکہ مرنے کے بعد بھی انسانی روح اگلے مقامات پر محو سفر رہتی ہے پھر روز قیامت بھی ناکام لوگ جہنم میں جبکہ

کامیاب لوگوں کو اللہ تعالی داخل جنت کریں گے اور ان کی روحوں کو ایک نیا جسمانی لباس عطا کیا جائے گا۔اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے کہ:

﴿اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَاۗءً ۝ فَجَـعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ۝ عُرُبًا اَتْرَابًا ۝﴾[11]

"بے شک ہم نے ان عورتوں کو خاص طرز سے پیدا کیا ہے اور ہم نے انھیں کنواری بنایا ہے جو اپنے شوہروں کی ہم عمر اور ان سے محبت کرنے والیاں ہیں۔"

قرآن مجید میں لفظ نفس کا استعمال

لفظ نفس کا اطلاق قرآن مجید میں مختلف معانی پر ہے:

ا۔ نفس بمعنی جان

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًاۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا﴾[12]

"جس نے کوئی جان قتل کی بغیر جان کے بدلے یا زمین میں فساد کئے تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کیا۔"

۲۔ ذات الٰہی

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

﴿وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴾[13]

"اللہ تمہیں اپنے عذاب سے ڈراتا ہے اور اللہ بندوں پر مہربان ہے۔"

۳۔ اصل انسان

ارشاد خداوند ہے کہ:

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَاۗءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَاۗءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾[14]

"اے لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد و عورت پھیلا دیئے اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر مانگتے ہو اور رشتوں کا لحاظ رکھو بے شک اللہ ہر وقت تمہیں دیکھ رہا ہے۔"

۴۔نفس بمعنی دل

ارشاد باری تعالیٰ ہے

﴿رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا فِي نُفُوسِكُمْ﴾

"تمہارا رب خوب جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے۔"

۵۔نفس بمعنی روح

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

﴿وَلَوْ تَرٰٓي اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ﴾[15]

"اور کبھی تم دیکھو جس وقت ظالم موت کی سختیوں میں ہیں اور فرشتے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہیں کہ نکالو اپنی جانیں۔"

دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے کہ:

﴿فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ ۭ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾[16]

"وہ آسمانوں اور زمین کو عدم سے وجود میں لانے والا ہے اس نے تمہارے نفس میں سے جوڑے بنائے اور چوپائیوں کے جوڑے بنائے اور وہ تمھیں دنیا میں پھیلاتا ہے اس کی مثل کوئی شے نہیں اور وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔"

یعنی قانون قدرت یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ہر شے کو جوڑے کی شکل میں پیدا کیا ہے حضرت حسنؓ سے کسی شخص نے سوال کیا کہ انسان کے سر میں بالوں کی تعداد کتنی ہے؟ تو آپ

نے فرمایا کہ تعداد تو مختلف ہو سکتی ہے لیکن ایک بات طے ہے کہ تعداد چاہے جو بھی ہو لیکن وہ مرکب ہوگی مفرد نہیں کیونکہ اللہ تعالی نے ہر شے کو جوڑے کی شکل میں پیدا کیا ہے یعنی کائنات کی ہر شے جوڑے کی شکل میں ہے جس میں انسان، جانور، پرندے، درخت، پھل، پھول سمندر، پہاڑ، جنگل، بیاباں، ریت، کنکر، پتھر حتی کے قرآن کریم میں موجود سورتوں کے بھی جوڑے ہیں الغرض کائنات کی ہر شے کا جوڑا ہے اور اس کے ادراک اور آگہی کے لئے ضروری ہے کہ کائنات میں غور فکر کی جائے۔

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾[17]

"اے لوگو! تم اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد و عورت دنیا میں پھیلادئے اس خدا سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حق مانگتے ہو اور رشتہ وقرابت کے تعلقات کو بگاڑنے سے پرہیز کرو یقین جانو کہ اللہ تم پر نگرانی کر رہا ہے"۔

﴿ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ﴾ سے مراد نوع انسانی کی تخلیق کی ابتداء ایک فرد واحد (حضرت آدم) سے شروع ہوئی پھر اسی جان سے اللہ نے ان کا جوڑا پیدا کیا گو کہ ہم اس کی تفصیلی کیفیت سے لاعلم ہیں لیکن بائیبل (تالمود) میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حوا کو آدم کی دائیں جانب کی تیرہویں پسلی سے پیدا کیا گیا ہے لیکن قرآن اس بارے میں خاموش ہے وہ یہ تو کہتا ہے کہ حوا آدم کے وجود کا ہی ایک حصہ ہیں لیکن ان کی پیدائش کی تفصیل کو قرآن نے مجمل رکھا ہے جبکہ علماء باطن نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ قرآن کریم صرف حوا کی تخلیق کا ذکر نہیں کر رہا ہے بلکہ وہ عورت کی تخلیق کے متعلق اس حقیقت کا اظہار کر رہا ہے کہ وہ بھی مرد کے ہی وجود کا ایک حصہ ہے۔اس کو اس طرح سے سمجھا جاسکتا ہے کہ آدم کے اندر عورت کا وجود تھا اللہ نے جب چاہا

کہ آدم کے دونوں رخوں کا مظاہرہ ہو تو عورت کے وجود کو آدم سے الگ کردیا۔ علماء باطن کی نظر میں کل اشیاء کائنات دو رخوں سے مرکب ہے ایک رخ اس کا ظاہری رخ ہے جبکہ دوسرا رخ باطنی رخ کہلاتا ہے اسی طرح سے عورت کا وجود بھی دو رخوں پر قائم ہے ہر مرد کے اندر ایک ادھوری عورت اور ہر مرد کے اندر ایک ادھورا مرد چھپا ہے اگر آدم کے اندر حوا کا وجود نہ ہوتا تو ان کی پیدائش ممکن نہ ہوتی اسی طرح سے اگر حوا (یعنی حضرت مریم) کے وجود میں عیسیٰ نہ ہوتے تو ان کی پیدائش بھی ممکن نہ ہوتی۔[18]

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَوْمَ تَأْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾[19]

''جس دن ہر نفس اپنے نفس سے جھگڑتا ہوا آئے گا اور ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور کسی پر ظلم نہیں ہوگا۔''

﴿وَلَوْ تَرٰٓي اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓىِٕكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ﴾[20]

''اور کاش تم ان ظالموں کو اس وقت دیکھو جب وہ موت کی سختیوں میں ہوں اور ملائکہ یہ کہتے ہوئے ہاتھ بڑھا رہے ہوں کے نکالو اپنے نفوس۔''

اس حوالے سے حضرت ابو مسعود بیان کرتے ہیں کہ ملک الموت کافروں کی روحوں کو ہر بال، ناخنوں اور قدموں کی جڑوں کے نیچے سے کھینچتے ہیں اور ان کی روحوں کو بار بار انکے جسموں میں لوٹا کر نکالتے ہیں جبکہ مقاتل نے کہا کہ ملک الموت اور اس کے مددگار فرشتے کفار کی روحوں کو اس طرح سے کھینچتے ہیں جیسے لوہے کی سیخ میں بہت سے کانٹے ہوں اور ان میں گیلا اون پھنسا ہوا ہو اور جب اس اون کو سختی سے کھینچا جائے بالکل کافر کی روح کے نکلنے کے وقت اس کی یہی کیفیت ہوتی ہے جیسے کہ پانی میں ڈوبا ہوا شخص نکلتا ہے۔[21]

علم نفس کی تعریف احادیث ﷺ کی روشنی میں

حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ! اللہ تعالی نے فرمایا کہ میرا بندہ مومن ہر خیر کے مرتبہ میں ہے وہ اس وقت بھی حمد کرتا ہے جب میں اس کی پیشانی سے روح نکال رہا ہوتا ہوں۔"[22]

یہاں عبادت سے مراد معرفت الہی، اللہ کا قرب اور اس سے دوستی کے ہیں اور یہ پہچان خلوص نیت سے بندگی اور عبادت کے ذریعے ہی ممکن ہے جبکہ معرفت کو اللہ تعالی نے تمام انسانوں پر سب سے پہلے فرض کیا تھا جس پر ابتداء میں بات ہو چکی ہے اور انسان کا اس دنیا میں بھیجے جانے کا اصل مقصد ہی اللہ کی معرفت کا حصول ہے۔

رسول اللہ ﷺ رحمت العالمین ہیں اور ان کی رحمت کے دائرے میں انسان سمیت کل اشیاء کائنات بھی ہیں جبکہ معلم انسانیت ہونے کے ناطے کل علم پر آپ ﷺ کی گرفت اور مکمل دسترس بھی ہے اور اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا کہ آپ ﷺ بنی نوع انسانیت کے لئے ایک ماہر نفسیات کی حیثیت بھی رکھتے تھے کیونکہ کل احادیث کے مجموعے کا مقصد بھی انسانیت کی فلاح اور رہنمائی ہے اور پھر احادیث میں آپ ﷺ کا خطاب انسانیت سے ہے نہ کہ دیگر اشیائے کائنات سے لہٰذا بجا طور پر آپ ﷺ انسانیت کہ بلند ترین درجے پر فائز ہیں بے شمار احادیث میں آپ ﷺ نے نفس انسانی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ذیل میں اس کی چند مثالیں پیش کی جارہی ہیں۔

"مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ"[23]

"یعنی جس نے اپنے نفس کو پہچانا تو گویا اس نے اپنے رب کو پہچانا۔"

حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ :

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تیرا سب سے بڑا دشمن وہ ہے جو تیرے پہلو میں ہے۔"[24]

رسول ﷺ اکثر نفس کے تزکیہ کے لئے دعا فرمایا کرتے تھے اور تزکیہ نفس کے لئے بے انتہا محنت فرماتے تھے نبی کریم ﷺ تلاوت قرآن میں نفس کے متعلق آیات کی تلاوت کے

بعد رک کر تزکیہ نفس کے لئے اللہ تعالی سے التجا کرتے۔ عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ یہ دعا فرمایا کرتے تھے:

"اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ، وَمِنْ دُعَاءٍ لَا يُسْمَعُ، وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ، وَمِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ"[25]

"اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتی ہوں اس دل سے جس میں عاجزی نہ ہو، اس دعا سے جو سنی نہ جائے، اس نفس سے جو سیر نہ ہو اور اس علم سے جو فائدہ نہ دے۔"

نفس کی تعریف دیگر اہل باطن کی نظر میں نفس کے بارے میں امام غزالی فرماتے ہیں کہ:

"گو کہ یہ لفظ متعدد معنوں کے لئے مشترک ہے لیکن نفس وہ شے جو کہ انسان کے اندر غضب اور شہوت کی قوتوں کی جامع ہے اسی لئے نفس کے خلاف مجاہدہ اور اس کی شہوتوں کا قلع قمع کرنا ضروری ہے آپ مزید فرماتے ہیں کہ نفس دراصل لطیفہ ربانی ہے جس کی رو سے درحقیقت نفس انسان اور ذات انسان یہی ہے۔"[26]

نفس کے حوالے سے مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں کہ

"پاک اور منزہ ہے وہ ذات جس نے نور کو ظلمت کے ساتھ جمع کیا اور لامکانی کو جو جہت سے بری ہے مکانی کے ساتھ جو جہت میں ہے ہم قرین کیا اور ظلمت کو نور کی نظر میں محبوب کر دیا پس وہ نور اس پر فریفتہ ہو گیا اور کمال محبت سے اس کے ساتھ مل گیا تاکہ اس تعلق سے اس کی روشنی زیادہ ہو جائے اور ظلمت کی ہم سائیگی سے اس کی صفائی کامل ہو جائے۔"[27]

نفس (خودی) اقبال کی نظر میں

اقبال کے تمام فکر و فلسفے کا منبع وماخذ صرف اور صرف ایک تصور ہے جیسے اقبال 'خودی' کہہ کر متعارف کرواتے ہیں اور یہی ان کی فکر کا مرکزی نکتہ ہے اقبال خودی کی حفاظت کی وضاحت

میں بطور دلیل قرآن کریم کی اس آیت۔﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ﴾[28]۔یعنی اے ایمان والو! اپنی خودی کی محافظت کروکا حوالہ پیش کرتے ہیں خودی کی بار بار کی گردان،ان کے افکار وخیالات میں محو گردش ہے اسی لئے انھیں پیامبر خودی بھی کہا جاتا ہے ان کے یہاں خودی سے مراد غرور و تکبر نہیں بلکہ انا یا میں ہے جو ان کی نظر میں ایک عجیب اور پراسرار شے ہے جو انسانی فطرت کی بکھری ہوئی اور منتشر کیفیات کو منظم کرتی ہے ،اس کے ساتھ ہی مشاہدات کو پروان چڑھانے میں بھی معاون ومددگار ہوتی ہے،خودی کسی بھی انسان کے شعور کا ایک روشن نقطہ اور مرکز ہے جو بظاہر پوشیدہ ہے لیکن اپنے اعمال کی رو سے ظاہر بھی ہے،اس کی وسعتوں کا اندازہ لگانا ناممکن ہے لیکن پھر بھی یہ ہر انسان کی فطرت کا ایک لازمی جز ہے اقبال خودی کی وضاحت ان اشعار سے کرتے ہیں کہ

''نقطہ نوری کہ نام او خودی است زیر خاک ماشرار زندگی است

از محبت می شود پاینده تر زنده تر، سوزنده،تابنده تر

از محبت اشتعال جوہر ش ارتقائے ممکنات مضمر ش

فطرت وآتش اندوز ز عشق عالم افروزی بیاموز ز عشق

عشق راااز تیغ وخنجر باک نیست اصل عشق از آب و باد وخاک نیست

در جہاں ہم صلح وہم پیکار عشق آب حیواں تیغ جوہر دار عشق

از نگاہ عشق خاراشق بود عشق حق آخر سراپا حق بود۔''[29]

یعنی نور وہ نقطہ ہے جس کا نام خودی ہے ہماری خاک بدن کے اندر زندگی کی ایک چنگاری ہے گویا ہماری زندگی خودی پر منحصر ہے یہ ایک ایسا نقطہ نور ہے جس کی بدولت انسان کی زندگی منور ہوتی چلی جاتی ہے جب انسان اپنی خودی سی یعنی اپنی ذات کی حقیقت سے آگاہ ہو جاتا ہے تو اس میں ایسی قوت پیدا ہو جاتی ہے جس کی بناء پر بڑے بڑے کارنامے سرانجام دیتا ہے وہ محبت سے زیادہ دیر تک رہنے والی (جاوید) اور زیادہ زندہ،زیادہ جلانے والی اور زیادہ چمکنے والی بن جاتی ہے محبت سے

ہی اس کے جوہر میں نکھار پیدا ہوتا ہے،اور اس میں پوشیدہ امکانات یعنی قوتوں کی نشو نما ہوتی ہے خودی کی فطرت عشق سے ہی حرارت حاصل کرتی ہے اور عشق سے ہی دنیا کو روشن اور منور کرنے کا سلیقہ سیکھتی ہے عشق کو تلوار اور خنجر سے کوئی خوف نہیں ہے اور نہ ہی عشق کی اصل بنیاد پانی، آگ، ہوا اور خاک ہے دنیا میں عشق صلح بھی ہے اور جنگ بھی ہے یہ آب حیات بھی ہے اور تیز کاٹ دار تلوار بھی ہے عشق کی نگاہ سخت پتھر کو بھی توڑ دیتی ہے حق کا عشق آخر کار خود حق کی مکمل صورت بن جاتا ہے (یعنی حق کے ساتھ عشق آخر خود حق بن جاتا ہے) جبکہ خودی کی آسان تعریف ''عرفان نفس'' ہے،اقبال کے خیال میں عرفان نفس کے بھی تین پہلو ہیں۔

- ✓ دنیاشناسی
- ✓ خداشناسی
- ✓ خودشناسی

لیکن اقبال جس خودی کی بات کرتے ہیں وہ دراصل ان تینوں کا ہی مجموعہ ہے اور یہی معیار اور فلسفہ ہمیں اقبال کے تمام تر نظام اور فکر میں نظر آتا ہے،اقبال کے خیال میں خودی کسی بھی انسان کی سب سے بڑی دولت ہے جس کے مسلسل اظہار پر اس کے وجود کا انحصار ہے خودی دراصل احساس ذات، شعور نفس اپنی پہچان، وحدت وجدانی، خودداری اور خود اعتمادی کا دوسرا نام ہے چنانچہ انسان کو تلاش ذات کی جستجو کرتے رہنا چاہئے اسی میں اس کی ترقی کا راز پوشیدہ ہے خودی کی حیات وبقاء کے لئے ضروری ہے کہ انسان میں ذوق طلب اور سوز آرزو موجود ہو اس کے ساتھ ہی انسان اعلی مقاصد اور نصب العین کی طلب اور جستجو کا آرزومند ہو۔

خودی (نفس انسانی) کا استحکام

اقبال کے خیال میں خودی کے استحکام کے لئے درج ذیل چار بنیادی اقدار کا ہونا از حد ضروری ہے:

- ✓ عشق
- ✓ فقر واستغناء
- ✓ جراءت مندی
- ✓ حریت

عشق: اقبال کے خیال میں خودی (نفس انسانی) کی نشو نما اور مضبوطی کے لئے عشق کا ہونا بے حد ضروری ہے وہ عشق کو آگہی اور خود آگہی کا اصل محرک سمجھتے ہیں اس حوالے سے ان کی سوچ بڑی واضح اور دوٹوک ہے اب چاہے وہ عشق حقیقی ہو یا عشق مجازی دونوں صورتوں میں وہ خودی کی بیداری کا سبب بنتا ہے یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ اقبال کے یہاں عشق کی اصطلاح روایتی معنوں سے ہٹ کر ہے وہ عاشق کے معشوق کی ذات میں فنا ہو کر وصال کے قائل نہیں بلکہ وہ وصال کے بجائے فراق کے قائل ہیں ان کے خیال میں عشق، عاشق اور معشوق دونوں کی انفرادیت کو قائم رکھتا ہے لہٰذا فراق میں انسان کی خودی کی انفرادیت برقرار رہتی ہے بہ نسبت وصال کے، کیونکہ وصال ایک سکونی کیفیت کا نام ہے جس میں لذت ہے جبکہ اگر دیکھا جائے تو فراق میں وصال کے مقابلے میں زیادہ لذت ہے کیونکہ اس میں بے چینی اور بے قراری غالب رہتی ہے جو مسلسل حرکت کی جانب اشارہ کرتی ہے چنانچہ اگر عشق میں بے چینی اور بے قراری نہ ہو تو ایسا عشق اقبال کی نظر میں عشق نہیں بلکہ موت ہے۔ بقول جسٹس جاوید اقبال کہ:

"انھیں تو سزا کے لئے بھی ایسی آگ قبول نہیں، جس کا شعلہ سرکش اور بے باک نہ ہو۔"[30]

فقر واستغناء: اقبال کے خیال میں خودی (نفس انسانی) کے استحکام کے لئے فقر واستغناء کا ہونا بہت ضروری ہے کیونکہ فقر واستغناء مادی دنیا سے لاتعلقی اور راضی بہ رضا رہنے سے نشو نما پاتی ہے ،اقبال جس فقیر کی بات کرتے ہیں وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتا ہے بلکہ اپنے حال اور فقر وفاقہ پر خوش اور مطمئن نظر آتا ہے وہ شکوہ کے بجائے سجدہ شکر بجالاتا ہے۔

جراءت: اقبال کے خیال میں خودی (نفس انسانی) کو مستحکم کرنے میں جراءت اہم کردار ادا کرتی ہے کیونکہ جراءت مند شخص ہی دنیا کی مشکلات کیا دلیری سے مقابلہ کرتے ہوئے کامیابی کی جانب

گامزن ہوتا ہے جراءت سے مراد محض بہادری سے جنگیں لڑنا نہیں ہے بلکہ اس سے مراد فکر و عمل بھی ہے اقبال فرماتے ہیں کہ :

"کمزور اپنے آپ کو خدا میں گم کرتے ہیں جبکہ جراءت مند اسے اپنے اندر ڈھونڈ نکالتے ہیں "[31]۔

لہٰذا یہ طے شدہ امر ہے کہ جراءت کے بغیر مراحل خودی کی تکمیل ناممکنات میں سے ہے۔

حریت: اقبال کے یہاں حریت سے مراد تقلید سے آزادی ہے ان کا سارا فکر و فلسفہ جمود کے خلاف ہے وہ چاہتے ہیں کہ انسان کی خودی کی اس طرح سے نشو نما ہو کہ اس میں بے تابی اور بے قراری ہمہ وقت متحرک رہے، خودی کی یہ بے قراری انسان کو تخلیقی عمل کی طرف متوجہ کرتی ہے اور اقبال ایسے ہی مسلم معاشرے کا خواب دیکھتے ہیں کہ جہاں افراد مسلسل حرکت و انقلاب، تغیر و تبدل اور جد و جہد کا عملی نمونہ پیش کرتے ہوئے ایجادات و اختراعات کے ذریعے نسل انسانی کی خدمت کو اپنا شعار بنائیں اس کے برعکس کسی بھی معاشرے میں جمود کی وجہ سے نفرت، خوف، بزدلی، لالچ، بے ضمیری، خوشامد اور موقع پرستی کے جذبات ابھرتے ہیں جو کسی بھی معاشرے کے لئے ناسور کی حیثیت رکھتے ہیں جس سے قوم زوال کا شکار ہو جاتی ہے۔

تربیت خودی یا تربیت نفس انسانی

اقبال کے خیال میں خودی کی تربیت کے تین مراحل ہیں کہ جن سے گزر کر انسان، انسان کامل بنتا ہے:

- ✓ اطاعت
- ✓ ضبط نفس
- ✓ نیابت الٰہی

اطاعت: اقبال کے یہاں اطاعت سے مراد شریعت الٰہیہ پر عمل اور فرائض کی بروقت ادائے گی ہے کیونکہ آئین الٰہی کی پابندی انسان میں احساس ذمہ داری پیدا کرتی ہے ان کے خیال میں، اختیار جبر کہ ہی بطن سے پیدا ہوتا ہے یعنی جبر کے پر پیچ راستوں سے گزر کر ہی انسان کو کچھ اختیارات حاصل ہوتے ہیں، لہٰذا اسے چاہئے کہ وہ جہد مسلسل سے اپنی خودی کو مضبوط کرے اور ادب و احترام سے اطاعت الٰہی کی پابندی کرے۔ اس حوالے سے وہ اپنی مثنوی اسرار خودی میں فرماتے ہیں کہ:

"باطن ہر شے ز آئینے قوی تو چرا غافل زایں ساماں روی

بازاے آزاد دستور قدیم زینت پا کن ہماں زنجیر سیم

شکوہ سنج سختی آئیں مشو از حدود مصطفی بیروں مرد"[32]

اقبال اس بند میں فرماتے ہیں کہ ہر چیز کا باطن کسی نہ کسی آئین کی وجہ سے مضبوط و مستحکم بنتا ہے، تو پھر تو نے کس لئے اس پابندی اور فرمانبرداری کو پس پشت ڈال رکھا ہے؟ اور کیوں غفلت برت رہا ہے۔ اپنے پرانے آئین و دستور سے بے تعلق مسلمان تو پھر سے وہی چاندی کی زنجیر پاؤں میں ڈال لے اور آئین کی سختی کا گلہ شکوہ نہ کر، رسول اللہ ﷺ کے مقرر کردہ آئین و دستور کے دائرہ سے باہر نہ نکلے۔

ضبط نفس: اس سے مراد انسان کا اپنی نفسانی خواہشات پر قابو پانا اور اپنے نفس کو دنیاوی اغراض و مقاصد سے پاک کرنا ہے بقول اقبال: ضبط نفس افراد میں ہو تو خاندانوں کی تعمیر ہوتی ہے اور اگر قوموں میں ہو تو سلطنتیں قائم ہوتی ہیں اقبال کے خیال میں خودی کی تربیت کا یہ مرحلہ بہت اہم ہے کیونکہ جب انسان تعمیل حکم کے ساتھ ساتھ اس کی حکمتوں سے آگاہ ہوتا ہے، جس سے اس کا باطن روشن ہوتا ہے پھر وہ خود شناسی سے خدا شناسی کے مرحلے میں داخل ہوتا ہے اس حوالے سے وہ فرماتے ہیں کہ:

"نفس تو مثل شتر خود پرور است خود پرست و خود سوار و خود سر است

مرد شو آور زمام او بکف تا شوی گوہر اگر باشی خزف

ہر کہ بر خود نیست فرمانش رواں می شود فرماں پذیر از دیگراں۔"[33]

اس بند میں اقبال کہہ رہے ہیں کہ "تیرا نفس اونٹ کی طرح اپنے آپ کو پالنے والا ہے اس کے ساتھ ہی وہ خود پسند، اپنا سوار آپ، ضدی اور سرکش بھی ہے لہٰذا تو مرد بن اور اپنے اندر مردانگی پیدا کر اور اپنے نفس کی لگام کو اپنے ہاتھ میں تھام لے اور اس پر قابو پالے کیونکہ اگر تو پتھر ہے تو گوہر بن جا اور پستی سے اٹھ کر بلندی اختیار کر جس کا اپنے نفس پر حکم نہیں چلتا تو وہ دوسروں کا ہی فرمانبردار بن جاتا ہے"۔

نیابت الٰہی: اقبال کی نظر میں نیابت الٰہی خودی کی تکمیل کا آخری مرحلہ ہے جہاں پہنچ کر انسان، انسان کامل بن جاتا ہے یہ مرد کامل اپنی اعلیٰ صلاحیتوں، حکمت، علم اور بصیرت کے سبب خلیفہ فی الارض اور نائب خدا کی اہم ترین ذمہ داریوں کا امین بن جاتا ہے اقبال اس خیال کو اسرار خودی میں اس طرح سے پیش کر رہے ہیں کہ:

"نائب حق ہمچو جان عالم است ہستی او ظل اسم اعظم است

از رموز جزو و کل آگہ بود در جہاں قائم بامر اللہ بود

نوع انساں را بشیر و ہم نذیر ہم سپاہی ہم سپہگر ہم امیر۔"[34]

اس بند میں اقبال یہ کہہ رہے ہیں کہ "خدا کا نائب دنیا میں روح کی مانند ہے اس کا وجود اسم اعظم کا سایہ ہوتا ہے وہ اشیاء کائنات کے تمام اسرار و رموز سے واقف ہوتا ہے اور ان کے تصرف پر مامور ہوتا ہے اس کی اہم ترین ذمہ داری یہ ہے کہ وہ دنیا میں اللہ کے حکم کو جاری کرے وہ بنی نوع انسان کے لئے خوشخبری دینے والا اور اسے برائی سے ڈرانے والا ہوتا ہے اگر ایک طرف وہ سپاہی ہے تو دوسری طرف وہ سپہ سالار اور سردار بھی ہے"۔ اقبال قرآن کریم کی اس آیت کو استحکام خودی پر حجت سمجھتے ہیں کہ:

﴿يَاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۭ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾[35]

"اے ایمان والو! تم پر فرض ہے کہ تم خودی کی محافظت کرو۔ اگر تم ہدایت پر ہو۔ تو وہ شخص جو گمراہ ہے تمھیں کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا ہے تم سبھی کو اللہ کی طرف واپس جانا ہے۔ اور وہ تمھیں تمھارے اعمال پر مطلع کردے گا۔"

خلاصہ بحث

زیر نظر مقالے میں نفس انسانی سے متعلق مختلف آیات قرآنی، احادیث نبوی ﷺ اور دیگر اہل علم حضرات کے نظریات اور خیالات کو پیش کیا گیا جس میں اسی نکتے کی وضاحت کی گئی ہے کہ روح کائنات کے ذرے ذرے میں موجود ہے اور اس کی صفت یہ ہے کہ وہ ہر لمحہ محو حرکت ہے ۔اللہ تعالی نے اپنا صفاتی علم ارواح کو بھی منتقل کیا ہے لہٰذا اگر ہم اپنے باطن میں موجود اصل انسان یعنی روح سے واقف ہو جائیں تو ہمیں عرفان ذات حاصل ہو جائے گا کیونکہ روح اللہ تعالی کی صفات سے مرکب ہے اور انسان کی پیدائش کا اصل مقصد بھی یہی ہے کہ وہ اپنے رب سے واقف ہو جائے ایسے ہی مضبوط خودی والے برگزیدہ بندے دنیا اور آخرت میں کامیاب ہوں گے اور اس سے بڑھ کر کامیابی کی معراج اور کیا ہو سکتی ہے کہ انسان کو اس ہستی لازوال کا قرب اور محبت حاصل ہو جائے جس کے لئے ضروری ہے کہ انسان اپنی خودی (نفس) کو مضبوط بنیادوں پر استوار کرے کیونکہ مضبوط خودی کے حامل افراد ہی کے لئے قرآن کریم میں کہا گیا ہے کہ :

"اگر تمھارے پاس میری ہدایت آئے تو جو میری ہدایت پر چلا ان پر نہ خوف ہے اور نہ وہ غمگیں ہی ہوں گے۔"[36]

حوالہ جات

---

[1] القرآن، سورۃ الاعراف: ۱۷۲۔

[2] ایضاً۔

[3] القرآن، سورۃ الزمر: ۴۲۔

4 ایضاً، سورۃالاعراف: ۱۷۲۔

5 لوئیس معلوف(متوفی ۱۸۶۷ھ)،المنجد، مترجم: مولانا عبدالحفیظ بلیاوی، مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور، ص ۹۱۳۔

6 سورہ البقرہ: آیت ۲۸۶۔

7 ایضاً، سورہ ال عمران: ۳۰

8 ایضاً، سورۂق: ۱۶۔

9 ایضاً، سورہ البقرہ: ۱۸۶۔

10 الانعام: ۱۲۔

11 ایضاً، سورہ واقعہ: ۳۵،۳۷۔

12 ایضاً، سورۃ المائدۃ: ۳۲۔

13 ایضاً، سورۂ آل عمران: ۳۰۔

14 ایضاً، سورۃ النساء: ۱۔

15 ایضاً، سورۃ الانعام: ۹۳۔

16 ایضاً، سورۂ شوریٰ: ۱۱۔

17 ایضاً، سورۂ النساء: ۱۔

18 عظیمی، خواجہ شمس الدین، محمد رسول اللہ ﷺ پبلیشر الکتاب پبلی کیشنز کراچی، ۲۰۰۳ء، ج ۳، ص ۵۷۔

19 القرآن، سورۃ النحل: ۱۱۱۔

20 ایضاً، سورہ الانعام: ۹۳۔

21 العجلونی، اسماعیل بن محمد (علامہ، م ۱۱۶۴ھ)، الکشف الخفاء ومزیل الالباس، مطبوعہ مکتبہ الغزالی دمشق، ۱۴۲۲ھ، ج ۱۰، ص ۱۲۲۔

22 بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین (امام، م: ۴۵۸ھ)، شعب الایمان، مطبوعہ داعاالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۱ھ، رقم الحدیث: ۴۴۹۴۔

23 الأصبهاني،أبو نعيم أحمد بن عبد الله بن أحمد بن إسحاق(امام،م 430ھ)،حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، دار الكتب العلمية- بيروت،۱۴۰۹ھ،ج۱۳،ص۲۰۸۔

24 بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین (امام، م: ۴۵۸ھ)، شعب الایمان، رقم الحدیث: ۴۴۹۴۔

25 ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ (امام، م ۲۷۹ھ)، سنن ترمذی، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۴۱ھ، رقم الحدیث: ۳۴۸۲۔

26 الغزالی، محمد بن محمد (امام، م: ۵۰۵ھ)، احیاء العلوم، مطبوعہ دار الخیر۔ بیروت ۱۴۱۳ھ، ج ۳، ص ۱۷۔

27 احمد سرہندی، مجدد الف ثانی (حضرت، شیخ)، مکتوباتِ امام ربّانی، اسلامی کتب خانہ اردو بازار لاہور، س ن، ج ۱، ص ۱۵۸۔

28 القرآن، سورۃ المائدہ: ۱۰۵۔

29 اقبال، محمد (علامہ)، کلیاتِ اقبال (فارسی اسرار خودی)، ترتیب وترجمہ: ہاشمی، حمیداللہ شاہ (پروفیسر)، مکتبہ دانیال لاہور، س ن، ص ۴۰۔

30 حمید، محمد افضل، افکارِ اقبال، حق پبلی کیشنز لاہور، س ن، ص ۲۰۔

31 ایضاً، ص ۲۱۔

32 کلیاتِ اقبال، ص ۷۶۔

33 ایضاً، ص ۷۷، ۷۶۔

34 ایضاً، ص ۸۱، ۸۰۔

35 القرآن، سورۃ المائدۃ: ۱۰۵۔

36 القرآن، سورۃ البقرہ: ۳۸۔